# یورپ کو اپنی خوبیاں دیں اور ان کی خوبیاں لیں
# نیز دعا میں وسعت پیدا کریں اور اس کے طریق

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۲/ جون ۱۹۸۷ء بمقام ہالینڈ)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:۔

آج ہالینڈ کی تاریخ میں یہ ایک امتیازی دن ہے کہ پہلا یوروپین سالانہ خدام الاحمدیہ کا اجتماع یہاں منعقد کیا جارہا ہے۔ جب میں کہتا ہوں ہالینڈ کی تاریخ میں ایک امتیازی دن ہے تو آج کے نقطہ نگاہ سے اس زمانے کے لحاظ سے یہ ایک حیرت انگیز بات ہے۔ یہ کیسا تاریخی دن ہے کہ ہالینڈ کی بھاری اکثریت اس دن کی اہمیت سے کلیۃً نا آشنا بلکہ خدام الاحمدیہ کے ساتھ وابستگی کے تصور سے بھی شاید شرم محسوس کرے۔ وہ حیرت سے ہمیں دیکھیں گے کہ یہ کیا بات کہہ رہے ہیں کہ آج یہ دن ہالینڈ کی تاریخ میں ایک امتیازی دن ہے۔

مگر اسی طرح دنیا میں ہوتا چلا آیا ہے۔ وقت کوئی ٹھہری ہوئی چیز نہیں بلکہ ایک جاری سلسلہ ہے اور ایک زمانے کے متعلق تأثرات بھی ہمیشہ ایک سے نہیں رہا کرتے۔ قومیں مختلف ادوار سے گزرتے ہوئے اپنے نظریات، اپنے رجحانات میں تبدیلی پیدا کرتی چلی جاتی ہیں اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ دور کے گزرے ہوئے زمانے میں ایک معمولی ہونے والا واقعہ جسے اس دور کا انسان نہایت ہی تحقیر کی نظر سے دیکھتا ہے بعد کے آنے والے انسان کی نظر میں حیرت انگیز وقعت اختیار کر جاتا ہے۔ تاریخ اس واقعہ سے شروع ہوتی ہے اور ہمیشہ ہمیش کے لئے انسانی زندگی میں وہ واقعہ ایک سنگ میل

بن جایا کرتا ہے۔ خصوصاً الٰہی جماعتوں کی تاریخ میں یہی ہوتا ہے اور ہمیشہ سے یہی ہوتا چلا آیا ہے۔

حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے جس دن ہجرت کی ہے کتنے انسان تھے جو اس ہجرت کے دن کی اہمیت کو سمجھ رہے تھے یا اس ہجرت کے واقعہ سے آشنا ہی تھے؟ ایک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ تھے جنہیں پیچھے بستر میں لٹایا گیا تھا تا کہ دیکھنے والا دشمن یہ سمجھتا رہے کہ آنحضرت ﷺ ابھی اپنے بستر ہی میں تشریف فرما ہیں۔ ایک حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جو آپ کے ساتھی تھے اور ایک حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی اور ایک غلام یہ چند گنتی کے انسان تھے جو اس واقعہ سے باخبر تھے اور اہل مکہ کو جب اس کا علم ہوا تو انہوں نے اس واقعہ پر تحقیر کی نظر ڈالی، وقعت کی نظر نہیں ڈالی لیکن آج کل عالم میں اسلامی تاریخ کا آغاز اس دن سے ہوتا ہے اور یہ اسلامی کیلنڈر دن بدن زیادہ سے زیادہ وقعت اختیار کرتا چلا جا رہا ہے۔ اسلام کے پھیلنے کے ساتھ یہ کیلنڈر جو اس سے پہلے عرب بھی نا آشنا تھے ایک عالمی حیثیت اختیار کر چکا ہے اور دن بدن بڑھتا چلا جائے گا، دن بدن پھیلتا چلا جائے گا اور دنیا کی تاریخ جس دن سے شروع ہوگی وہ وہی دن ہوگا یعنی حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی ہجرت کا دن اور باقی تاریخ ماقبل ہجرت کی تاریخ سمجھی جائے گی۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ نے عیسوی کیلنڈر کو ہجری کیلنڈر میں سورج کے لحاظ سے تبدیل کرنے کے لئے ایک علماء کی کمیٹی بٹھائی اور بڑی کوشش اور بڑی محنت اور جدوجہد اور علمی تحقیق کے بعد انہوں نے ایک ایسا اسلامی کیلنڈر بنایا جو شروع تو ہجرت سے ہوتا ہے لیکن چاند کی بجائے سورج کے حساب سے مقرر کیا گیا تھا تا کہ نئے دور میں چونکہ دنیا سورج کے لحاظ سے کیلنڈر کو سمجھنے اور اس کے مطابق اپنے اوقات کو مقرر کرنے اور مرتب کرنے کی عادی ہو چکی ہے اس لئے ان کے لئے کچھ مشکل نہ ہو۔

تو دیکھئے! ایک چھوٹا سا بظاہر واقعہ تھا جس نے کوئی سنسنی پیدا نہیں کی اس وقت لیکن حیرت انگیز طور پر وہ واقعہ عظمت اختیار کر گیا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی ذات سے جو کیلنڈر منسوب اگر چہ اس کے متعلق ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ کب شروع ہوا ہے، نہ تو اس کا صلیب کے وقت سے تعلق ہے نہ حقیقۃً پیدائش کے دن سے کوئی تعلق ہے لیکن مسیح علیہ السلام کی ذات سے وہ کیلنڈر بہر حال وابستہ ہے اور دیکھئے دنیا میں کتنی بڑی عظمت اختیار کر چکا ہے۔ اس وقت جب مسیح کا دور تھا اس زمانے کا تاریخ دان تو مسیحیت کے پیدا ہونے کا ذکر بھی نہیں کرتا۔ صلیب کا واقعہ ان کی نظر میں کوئی

بھی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ بہت سے مجرم ، بہت سے معصوم اس وقت صلیب دیئے جاتے تھے اور تاریخ دان کی نظر میں ایک روزمرّہ ہونے والا واقعہ جیسے خزاں میں ایک پتا گر جاتا ہے اس سے زیادہ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ آج عیسائی دنیا اس دور کو کتنی عظمت دیتی ہے۔

پس جب میں کہتا ہوں کہ ہالینڈ کی تاریخ میں یہ ایک عظیم دن ہے تو میں ماضی سے قوت پا کر احمدیت کے شاندار مستقبل کی بات کرتا ہوں۔ ماضی سے سہارا لے کر مستقبل میں دور تک دیکھتے ہوئے یہ اندازہ لگاتا ہوں کہ آئندہ آنے والا مؤرخ ہالینڈ کی تاریخ میں جو اہم دن شمار کیا کرے گا اس میں اس دن کی کیا حیثیت ہوگی؟ پس یقیناً خدام الاحمدیہ کے مؤرخین اس دور میں جو آج سے پانچ سو سال بعد آئے یا ہزار سال بعد یا خدا کرے اس سے بہت پہلے آجائے ، یقیناً اس دن کو ایک اہمیت دیں گے۔ پس اس دن کو دعاؤں کے ساتھ شروع کریں اور اس عرصے میں خصوصیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتے رہیں کہ خدا تعالیٰ ہمیں ان تمام تقاضوں کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے جو اس دن سے وابستہ ہو چکے ہیں۔

دعا کا مضمون جتنی مرتبہ بھی بیان کیا جائے ہمیشہ تشنہ تکمیل ہی رہتا ہے کیونکہ امر واقعہ یہ ہے کہ دعا جتنی ظاہر ہے اتنی چھپی ہوئی بھی ہے۔ ظاہران معنوں میں کہ وہ لوگ جو صاحب تجربہ ہیں وہ جانتے ہیں کہ تمام ذرائع سے زیادہ قوی اور یقینی ذریعہ دعا کا ذریعہ ہے اور اس مضمون سے واقف جتنے جماعت احمدیہ میں اس وقت افراد ہیں دنیا کی ساری جماعتوں میں مل کر بھی اتنے افراد موجود نہیں ہوں گے۔ شاید ہی کوئی گھر ہو جس نے دعاؤں کے اثر کا مشاہدہ نہ کیا ہو، شاید ہی کوئی خاندان ہو جس نے دعاؤں کا ثمرہ نہ کھایا ہو، دعاؤں کا پھل نہ کھایا ہو لیکن اس کے باوجود یہ چھپی ہوئی حقیقت بھی ہے یعنی انسان جاننے کے باوجود بھی اپنے اکثر مسائل میں ، اپنی اکثر مشکلات میں دعا کو بہت بعد میں رکھتا ہے اور انسانی کوشش کو پہلے رکھتا ہے اور اس حقیقت کو بھول جاتا ہے کہ انسانی کوشش میں برکت کے لئے ہر کوشش کا آغاز بھی دعا سے ہونا چاہیئے ، انسانی کوشش کی توفیق پانے کے لئے بھی ہر کوشش کا آغاز دعا سے ہونا چاہیئے۔

قرآن کریم تو یہاں تک بتاتا ہے یعنی سورۃ فاتحہ کہ عبادت جیسا مقدس ترین انسانی فریضہ جس کے متعلق انسان یہ سوچ سکتا ہے کہ خدا کی خاطر ، خدا سے تعلق کے لئے کر رہا ہوں اس کے لئے

خدا خود مددگار ہوگا۔ اس فریضہ کے متعلق بھی یہی سکھایا گیا کہ جب تک دعا نہیں مانگو گے یہ فریضہ بھی ادا نہیں کرسکو گے۔ انسانی معاملات میں سب سے زیادہ اہمیت عبادت کو ہے چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۷﴾ (الذاریات: ۵۷)

میں نے انسان کو اور جن کو محض عبادت کی غرض سے پیدا کیا ہے۔ جو پیدائشِ انسانی کی غرض ہے، جس کی خاطر خدا نے پیدا کیا اس کے لئے بھی قرآن ہمیں سکھاتا ہے کہ جب تک دعا نہیں کرو گے اس کی توفیق نہیں پاؤ گے۔ چنانچہ سورۃ فاتحہ نے ہمیں یہ گر سکھایا۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾ (الفاتحہ: ۵) اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں یا کرنا چاہتے ہیں یا کریں گے، تینوں معنوں میں اس کا ترجمہ ہوسکتا ہے لیکن اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ شرط یہ ہے کہ تو مدد فرما تیری مدد کے بغیر ہم عبادت کرنے کے اہل نہیں ہیں، تیری مدد کے بغیر اس کی ذمہ داریاں ہم ادا نہیں کرسکیں گے، تیری مدد کے بغیر یہ بوجھ ہی رہے گا اس میں کوئی لذت پیدا نہیں ہوگی۔

اس لئے دعا اوّل بھی ہے اور آخر بھی اور ہر چیز کا اوّل اور ہر چیز کا آخر ہے۔ دعا ہی سے آغاز کی توفیق ملتی ہے اور دعا ہی سے کام نیک نتائج تک پہنچتے ہیں۔ اس لئے جماعت کو بار بار یہ یاد دہانی کرانی پڑتی ہے کہ اپنے تمام معاملات میں دعا کو وہ مقام نہ دیں کہ جب کچھ پیش نہ جائے، تب معاملہ ہاتھ سے نکل جائے تو اس وقت خدا کو یاد کریں کہ اب تو کچھ بھی نہیں رہا سوائے خدا کے۔ دعا کو اوّل رکھیں اور ہر کام سے اوّل رکھیں۔ ہر معاملے میں دعا پر زور دیں اور پھر دیکھیں کہ اللہ کے فضل سے آپ کی عام روزمرّہ کی طاقتوں میں کتنی جلا پیدا ہو جاتی ہے۔ مسائل خود بخود آسان ہوتے چلے جاتے ہیں۔ وہ مشکلات جو پہاڑ کی طرح نظر آتی ہیں وہ خود بخود سہل اور بالکل آسان ہو کر اس طرح حل ہونے لگتی ہیں جیسے کہا جاتا ہے کہ جادو منتر ہو جائے کسی چیز پر۔ سب جادوؤں سے بڑھ کر دعا کا جادو ہے۔ اس لئے دعا پر بہت ہی زیادہ زور دینے کی ضرورت ہے۔

اس تمہید کے ساتھ جو باتیں میں آپ سے کہوں گا ان تمام باتوں کو حاصل کرنے کے لئے اب بھی دعا کریں اور آئندہ بھی مسلسل دعا کا سہارا لیتے رہیں دعا کی توفیق پاتے رہیں اور کبھی کبھی یہ بھی دعا کیا کریں کہ اے خدا! ہمیں دعاؤں کی توفیق عطا فرما۔ یہ ایک ایسا مضمون ہے جس کی سمجھ نہیں آتی کہ شروع کہاں سے ہوتا ہے اور ختم کہاں ہوتا ہے ساری زندگی پر دعا کا مضمون حاوی ہے۔ دعا

کرنے کے لئے بھی بعض دفعہ دعا ہی کا سہارا لینا پڑتا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے وسیع روحانی تجارب کے بعد اس راز کو ہم پر کھولا جو ایک کھلی ہوئی حقیقت بھی ہے لیکن اک رازِ سربستہ بھی ہے، اکثر انسان اس کی اہمیت سے ویسے واقف نہیں جیسا کہ ہونا چاہئے۔ جو پروگرام میں آج آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں وہ عام روزمرّہ کی باتیں ہیں جو پہلے بھی کہتا رہا ہوں اب پھر کہوں گا لیکن ایک خاص صورتحال کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ باتیں میں دہرانا چاہتا ہوں۔

جب بھی قوموں کی بدقسمتی ہوتی ہے، جب ان کے برے دن آتے ہیں تو ان میں یہ رجحان پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی برائیاں دوسروں کو دیتے ہیں اور دوسروں کی برائیاں خود لینے لگ جاتے ہیں اور جب قوموں کے اچھے دن آتے ہیں ان کے مقدر جاگتے ہیں تو بالکل اس کے برعکس صورت پیدا ہوتی ہے۔ وہ اپنی برائیاں چھپاتے ہیں اور ان سے شرم محسوس کرتے ہیں اور لوگوں سے ان کی برائیاں لینے کی بجائے ان کی خوبیاں اخذ کرتے ہیں اور برائیاں دور کرنے کے لئے ان کو نصیحت کرتے ہیں اور نصیحت کو قوت دینے کے لئے اپنے نیک اعمال سے اپنی نصیحت کو طاقت دیتے ہیں۔ قرآن کریم نے قوموں کے عروج وزوال کا جو نقشہ کھینچا ہے اس کا خلاصہ یہی ہے۔

آنحضرت ﷺ نے کئی مثالیں دے کر ہمیں سمجھایا اور بتایا کہ جب قومیں ہلاک ہونے لگتی ہیں تو پہلی علامت ان میں یہ ظاہر ہوتی ہے کہ وہ برائی سے نہ شرماتے ہیں نہ برائی سے منع کرتے ہیں اور رفتہ رفتہ ان کی مثال ایسی ہی ہوتی ہے جیسے کسی کشتی میں سفر کرنے والے دیکھیں کہ سب سے نیچے جو لوگ اس کشتی میں سفر کر رہے ہیں وہ پیندے میں سوراخ کر رہے ہیں اور اس کے باوجود وہ سوراخ کرنے سے منع نہ کریں (بخاری کتاب الشہادۃ حدیث نمبر: ۲۴۸۹)۔ قومی زندگی میں برائیوں سے نہ روکنا اور برائیوں کی شرم اُڑ جانا اور برائیوں سے روکنے کے لئے ایک دوسرے کو نیک نصیحت کے ذریعے باز رکھنے کی کوشش نہ کرنا یہ ہلاکت کا آغاز ہے۔

پس آج یورپ میں آباد ہونے والے احمدی چونکہ اکثریت ایسے احباب کی ہے جو دوسرے ممالک سے یہاں تشریف لائے ہیں اس لئے اس خاص صورتحال کے پیش نظر میں آپ کو خصوصیت سے توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ آپ یہاں آئے ہیں تو دونوں میں سے ایک چیز آپ کے اختیار میں ہے یا یہ کہ اپنی برائیاں ان کو دیں جو پہلے ان کو عادت نہیں تھی وہ گندی عادت ڈال دیں اور ان کی

برائیاں خود لے لیں۔ اگر ایسا کریں گے تو قرآن آپ کی تقدیر کا فیصلہ پہلے ہی کر چکا ہے اور حضرت محمد مصطفی ﷺ مثالیں دے دے کر بتا چکے ہیں کہ جس قوم میں یہ عادت پڑ جائے وہ زندہ رہنے کی اہل نہیں رہا کرتی، وہ یقیناً غرق ہوگی۔ ایک دوسری صورت یہ ہے کہ آپ اپنی خوبیاں ان کو دیں اور ان سے ان کی خوبیاں لیں اور اس طرح خوبیوں کا اجتماع کریں۔ اس صورت میں کوئی دنیا کی طاقت آپ کو ہلاک نہیں کر سکے گی لازماً آپ ایک بلندی کی منزل سے دوسری بلندی کی منزل کی طرف اونچا ہوتے چلے جائیں گے۔

پس اس صورتحال کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو خصوصیت کے ساتھ آج باہر سے آنے والے احمدیوں کو درپیش ہے میں نصیحت کرتا ہوں کہ بعض اپنی خوبیاں جو خدا تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہیں جو نسبتاً مغرب میں کم ہیں ان خوبیوں کی حفاظت بھی کریں اور ان خوبیوں کو ان لوگوں میں داخل کرنے کی کوشش کریں اور اسی طرح ان کی برائیوں سے بچتے ہوئے ان کی خوبیوں سے استفادہ کریں۔

امر واقعہ یہ ہے کہ یہ تو میں جیسا کہ آپ لوگ بعض دفعہ کہہ دیتے ہیں کہ بہت برائیاں ان میں آچکی ہیں، اتنی بری بھی نہیں ہیں۔ چند ایک برائیوں میں بہت آگے بڑھ گئیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ بہت سی ایسی خوبیاں ہیں جن سے مشرق کی اکثر اقوام محروم ہیں۔ یہاں مذاہب کی بحث نہیں ہے، یہاں تہذیبوں کی بات ہو رہی ہے۔ مشرق کی تہذیب سے آنے والے لوگ بہت سی گندی عادات کا شکار ہو چکے ہیں۔ وقت کا ضیاع، جھوٹ بولنے میں جلدی کرنا، بہانے تراش کرنا، محنت سے جی چُرانا اور اسی قسم کی وہ رہن سہن کی معاملات میں سہل انگاری اور گندے رہنا۔ کمروں میں جا کر دیکھو تو بستر بکھرے پڑے ہیں کہیں تکیہ ہے کہیں چادر، جو چیز گر گئی وہیں پڑی رہی۔ کھانا بستر پہ بیٹھ کے کھا رہے ہیں تو داغ بھی پڑ رہے ہیں ساتھ ساتھ اور اسی قسم کی اور بہت سی ایسی عادتیں ہیں جس کے نتیجے میں ان کو رہن سہن بہت ہی تکلیف دہ اور بد منظر ہو جاتا ہے۔ کھانا پکایا ہے تو برتن صاف ہی نہیں کئے یہاں تک کہ وہ جگہ جہاں برتن صاف کئے جاتے ہیں وہ بھی کھانے کے برتنوں کی طرح رفتہ رفتہ گندی ہو جاتی ہے، بدبوئیں اُٹھ رہی ہیں کہیں اُولیاں لگ گئی ہیں۔ نہایت ہی خوفناک مناظر بعض لوگوں کا رہن سہن پیش کرتے ہیں اور اسی طرح اور بہت سی عادتیں ایسی ہیں جن کو دیکھ کر مغرب والے حیران ہوتے ہیں کہ یہ کہاں سے جانور اُٹھ کے آگئے ہیں۔ وہ جو Racial نفرت کہلاتی

ہے یعنی قومی نفرت وہ خالصۃً قومی نفرت بھی نہیں ۔ وہ دراصل عادات کا بُعد ہے جس کے نتیجے میں ایک مغائرت پیدا ہو جاتی ہے، ایک قسم کی دوری پیدا ہو جاتی ہے ۔ وہ اس نظر سے دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ کہاں سے آئے؟ کیسے انہوں نے رہن سہن سیکھا؟ کس طرح یہ لوگ زندگی بسر کرتے ہیں؟ کوئی ان کو بتانے والا نہیں کہ انسانیت کے تقاضے یہ ہیں یا وہ ہیں ۔ پھر ایسے اوقات میں شور کرنا جب کے دوسروں کے آرام کا وقت ہو، گلیوں اور بازارون میں تھوکنا، ٹوائلٹ میں جانا تو ٹوائلٹ کی صفائی کے تقاضے پورے نہ کرنا، جہاں کھانا کھایا وہاں ہڈیاں اچھال دینا چاروں طرف جنگل سمجھ کے کہ یہاں کیا فرق پڑتا ہے یا روٹی کے ٹکڑے پھینک دینا ۔ غرضیکہ بہت سی ایسی عادات ہیں جو بالعموم مشرق سے آنے والے اقتصادی لحاظ سے پسماندہ لوگوں میں اپنی اقتصادی پسماندگی کے نتیجے میں ایک لمبے عرصے میں راسخ ہو چکی ہیں ۔

اس قوم کو آپ یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ صدیوں تم نے مشرق کا خون چُوسا، صدیوں تم نے مشرق پر حکومت کی اور دولت کے ساتھ رہنے کے جو اوصاف ہیں وہ بھی حاصل کر لئے اب کس بات کا شکوہ کرتے ہو ہم سے، آپ یہ کہہ کر تو ان کے منہ بند نہیں کرا سکتے گندگی بہر حال گندگی ہے، بری عادتیں بہر حال بری عادتیں ہیں ۔ اس لئے یہ کہہ کر نہ آپ خود مطمئن ہو سکتے ہیں نہ ان کو مطمئن کر سکتے ہیں ۔ اس کا تو ایک ہی علاج ہے کہ ان سے وہ صفائی کے سارے رہن سہن سیکھ لیں اگر آپ کو خود نہیں آتے لیکن ایک احمدی کے لئے یہ کہنا بڑے ہی تعجب کے بات ہو گی کہ وہ خود نہیں آتے ۔ صفائی اور نظافت اور اعلیٰ رہن سہن کے جیسے اسلوب حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ سکھلا گئے اس کی تمام خوبیوں اور حسن کو تو ابھی تک بھی یہ لوگ نہیں پہنچ سکے ۔ صرف اپنی تعلیم کو عمل میں ڈھالنے کی ضرورت ہے ۔ ان کا اچھا رہن سہن دیکھ کر آپ یہ فائدہ اُٹھا سکتے ہیں کہ وہ جو شرف والی تعلیم لے کر آیا تھا میں تو ایک ایسے آقا کی غلامی سے منسلک ہوں جس نے ہر انسانی خوبی کو بلند ترین معیار تک پہنچا دیا تھا اب میرے عملی نمونے سے یہ کیا سمجھیں گے ۔ نہ تو ان کے اندر یہ صلاحیت ہے اس وقت کہ وہ اقتصادی پس منظر کو دیکھ کر ایسے تجزیئے کریں کہ جس کے نتیجہ میں سمجھیں کہ یہ قوم مجبور تھی ہم نے ان کو غلام بنایا، یہ غریب ہو گئے اور اس کے نتیجے میں لازماً ایسی باتیں پیدا ہوئیں ۔ نہ ان میں یہ قابلیت ہے کہ ماضی کی تلاش کر کے حضرت محمد مصطفی ﷺ کی تعلیم کا جائزہ لیں اور یہ سوچیں کہ یہ تو بڑے ہی بدقسمت لوگ ہیں ہم سے

بہت بہتر اصول رکھنے کے باوجود، ہم سے بہت بہتر تعلیم کے حامل ہونے کے باوجود اپنی بدعملیوں کی وجہ سے یہ اس حال کو پہنچ گئے ہیں۔ ان کو صرف آپ نظر آئیں گے اور آپ کے پیچھے اسلام نظر آئے گا اور آپ کی ہر بات کو یہ اسلام کی طرف منسوب کر دیں گے۔ کیا دیکھا نہیں آپ نے کہ خمینی کے ساتھ یہ کیا کرتے ہیں؟ کیا سُنا نہیں کہ لیبیا کے قذافی کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔ خمینی کی ہر بات اسلام بن کر ان کو دکھائی دیتی ہے اور قذافی کی ہر حرکت ان کو اسلام بن کر سنائی دیتی ہے۔ یہ تیار بیٹھے ہیں کہ ہر بدی کو اسلام کے منہ پر تھوپیں، ہر ظلم کو اسلام کی طرف منسوب کریں۔ آج انہوں نے Terrorism کا نام بھی اسلام رکھ لیا ہے، یہ Islamic Terrorism ہے، یہ اسلامی ظلم ہے حالانکہ اس سے بہت زیادہ مظالم بہت ہی زیادہ خوفناک مظالم آئرلینڈ میں بھی ہو رہے ہیں لیکن اس کا نام Christian Terrorism یہ کبھی نہیں رکھیں گے۔

تو جو پہلے ہی تیار بیٹھے ہوں کہ نکتہ چینی کریں، جو بہانے ڈھونڈیں کہ آپ کے نقائص آپ کے مذہب کی طرف منسوب کریں۔ ان کے نزدیک آپ کا کوئی قصور نہیں ہوگا، تمام قصور اسلام کا ہوگا۔ کتنا بڑا گناہ کر رہے ہوں گے آپ کہ ہر خوبی اسلام کی تھی اور ہر قصور آپ کا تھا لیکن آپ نے برداشت کر لیا کہ آپ کے سارے قصور محمد مصطفی ﷺ اور آپ کی پاکیزہ تعلیم کی طرف منسوب کر دیئے جائیں۔ یہی ہو رہا ہے اور یہی ہوتا چلا جائے گا اگر اپنے اندر آپ نے ایک نمایاں پاک تبدیلی پیدا نہ کی۔

پس اپنی ان خوبیوں کو دوبارہ حاصل کریں جن کو مدتوں سے آپ کھو چکے ہیں۔ ہزار سال سے لمبا عرصہ ہو گیا کہ مسلمان بدقسمتی سے تنزل کرتے ہوئے اسلام کی تعلیم سے دور ہٹتے چلے گئے اور نظافت اور نجابت اور روزمرّہ کے ملنے جلنے کے اعلیٰ اخلاق جو آنحضرت ﷺ نے ہمیں سکھائے تھے ان سب سے غافل ہو گئے۔ اس زمانے میں جبکہ اکثر گھروں میں دروازے بھی نہیں ہوتے تھے بعض دفعہ پردے لٹکا کر کام لیا جاتا تھا بعض دفعہ پردے بھی نہیں لٹکائے جاتے تھے۔ حیرت کی بات ہے چودہ سو سال پہلے ہر اپنے غلام کو یہ عادت ڈالی کہ کہیں بغیر اجازت کے کسی گھر میں کسی دروازے میں داخل نہیں ہونا۔ سلام کہو اور اجازت حاصل کرو اور اگر اجازت نہیں ملتی تو کسی قسم کی دل پر میل لائے بغیر السلام علیکم کہہ کے اس گھر سے الگ ہو جاؤ (بخاری کتاب الاستیذان حدیث نمبر: ۶۲۴۵)۔

آج یورپ میں یا دوسری ترقی یافتہ قوموں نے لمبے عرصے اور لمبے تجربے کے بعد یہ

عادات سیکھیں ہیں۔ آپ یہ عادات بھلا کے یہاں آئیں ہیں۔ آپ کسی گھر جاتے ہیں تو دروازہ کھول کے کسی کمرے میں جانا چاہتے ہیں تو بغیر آواز کے دروازہ دھڑام سے کھولا اور اندر داخل ہو جاتے ہیں۔ ان کو کیا پتہ کہ آپ کا ماضی کیسا شاندار تھا۔ انہوں نے آج کا چہرہ دیکھنا ہے اور پھر آج کے چہرے کو آج کے جسم کی طرف منسوب نہیں کرنا بلکہ چودہ سو سال پہلے کے چہروں کی طرف منسوب کرنا ہے۔ یہ ظلم ہے جو اسلام کے ساتھ کیا جا رہا ہے اور اس ظلم میں آپ ان کے ممد ہو جائیں گے اگر آپ نے اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا نہ کی۔

پس اپنی خوبیوں کو دوبارہ حاصل کریں ان کی خوبیوں کو دیکھ کر شرم محسوس کریں کہ یہ تو ہماری تھیں۔ اسی واسطے حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے اس صورتحال پر نظر ڈالی اور یہ فرمایا کہ: **الحکمة ضالة المومن** (ترمذی کتاب العلم حدیث نمبر: ۲۶۱۱) کہ حکمت کی بات، اچھی بات تو مومن کی گمشدہ اونٹنی کی طرح کی ہے۔ اگر کسی انسان کی اونٹنی گم جائے تو اسے دوبارہ حاصل کرنے میں شرم محسوس نہیں کرتا، وہ جانتا ہے کہ میری تھی مجھ سے الگ ہوئی ہے۔ پس جب آپ ان کی خوبیاں حاصل کریں گے تو آپ کی یہی کیفیت ہوگی، کسی شرم کی ضرورت نہیں ہے، کسی احساسِ کمتری کا شکار ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر آپ کی خوبیاں نہ بھی ہوتیں تب بھی خوبیوں کو اختیار کرنے میں تو کوئی احساسِ کمتری کا سامنا نہیں کرنا پڑتا لیکن بفرضِ محال بعض حساس لوگ کہتے ہیں ہم کیوں نقلیں ماریں ان کے لئے آنحضرت ﷺ نے یہ رستے کتنے آسان فرما دیئے۔ فرمایا **الحکمة ضالة المومن** یہ تو تمہاری خوبیاں تھیں تم حاصل کرو جس طرح مالک ہوتے ہو، تم سے ان لوگوں نے حاصل کر لی ہیں۔

پس خوبیوں میں تو یہ طریق اختیار کریں اور برائیوں میں وہ دوسرا طریق کہ برائیاں آپ کی نہیں ہیں اگر آپ میں ہیں تو کہیں غیر سے آگئیں، اگر آپ برائیوں کا شکار ہیں تو یہ پردیسی چیزیں ہیں جن کا آپ کی ذات سے کوئی تعلق نہیں لیکن اپنے دلوں کو، اپنی عادات کو آپ نے ان کا وطن بنا لیا لیکن اس کے برعکس اگر آپ ان کی برائیاں حاصل کرنے لگ جائیں اور خوبیوں سے غافل ہو جائیں خوبیوں سے آنکھیں بند کر لیں تو کتنا بڑا ظلم ہوگا؟ پہلے ہی بہت ہی گندی عادات کے بوجھ تلے دبے پڑے ہیں ہم لوگ، معاشرتی لحاظ سے، تمدنی لحاظ سے، روزمرّہ کی عادات رہن سہن کے لحاظ سے اور میل جول کے لحاظ سے۔ کئی پہلو ہیں جن میں ہم بدقسمتی سے ایک لمبے پسماندہ دور میں سے گزرتے

ہوئے بہت سی بدیوں کی گٹھریاں اُٹھائے ہوئے ہیں اوپر سے ان کی ڈرگز (Drugs) اختیار کرنے لگ جائیں، اوپر سے ان کی شراب پینے لگ جائیں، اوپر سے ان کی دوسری عادات کو اختیار کر جائیں کچھ بھی ہمارا باقی نہیں رہے گا۔ کتنا ظالمانہ سودا ہوگا کہ نیک مقاصد کی خاطر ہجرت کر کے آئے، دین کا نام لے کر گھروں سے نکلے اور اپنے عزیزوں کو پیچھے چھوڑا، پیچھے مائیں فوت ہوگئیں، پیچھے باپ جدائی میں مشکلات میں زندگی بسر کرتے کرتے رحلت کر گئے، بعض بچے فوت ہوگئے لیکن واپس نہ جاسکے آپ لوگ اور یہاں آ کر کیا سودا کیا؟ سودا یہ کیا کہ اپنی برائیاں ان کو دینی شروع کر دیں اور ان کی برائیاں خود اختیار کرنے لگ گئے۔

جب میں کہتا ہوں کہ برائیاں دینے لگ گئے تو یہ بھی واقعہ ہے کہ بدقسمتی سے بعض لوگ یہ بھی کرتے ہیں۔ جب آج سے ایک لمبا عرصہ پہلے تقریباً انتیس سال پہلے جب میں انگلستان آیا تھا تو شاذ و نادر کے طور پر کوئی پولیس مین ایسا بیان کیا جاتا تھا یعنی یہ بھی نہیں کہ حقیقت میں صحیح تھی بات، بیان کیا جاتا تھا کہ رشوت لے لیتا ہے اور یہ ایک حیرت انگیز بات سمجھی جاتی تھی لیکن اب ایسی باتیں عام ہوگئی ہیں۔ اب ان کے ٹیلی ویژن کے پروگراموں میں بھی یہ باتیں آرہی ہیں، اخبارات میں بھی اس کے چرچے ہوتے ہیں، پولیس کے اصلاحی کمیشن بھی بیٹھتے ہیں اور حیرت کی بات اور ظلم کی بات یہ ہے کہ اس کا آغاز Asians نے شروع کیا ہے۔ اس زمانے میں کبھی کبھی میرے کان میں یہ بھنک پڑتی تھی اور بہت تکلیف پہنچتی تھی کہ بعض لوگ کہتے تھے کہ جی! ہم ان کو رشوت لینا سکھا رہے ہیں اور بڑے فخر سے بات کرتے تھے۔ کہتے تھے کوئی فرق نہیں پڑتا ان کو ایک شراب کی بوتل دے دو تو یہ بھی ہماری طرح بات ماننے لگ جاتے ہیں۔ انسانی فطرت کی کمزوریاں تو ہر جگہ ہیں۔ آپ نے ایک اچھی قوم کو گندہ بنایا اور اس پر فخر محسوس کیا۔ اسی طرح ممکن ہے کہ اور بھی بہت سی بدیاں مشرق نے ان لوگوں میں داخل کر دی ہوں تو ان کی بدیوں کے ڈھیر بھی بڑھنے شروع ہوگئے، آپ کی بدیوں کے ڈھیر بھی بڑھنے شروع ہوگئے اور حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کا یہ فرمان پھر کیسے پورا نہ ہوگا کہ کشتی کے پیندے میں سوراخ تو ہو گیا ہے اس نے ڈوبنا ہی ڈوبنا ہے۔ ایسی قومیں جن کی بدیاں بڑھنے لگ جاتی ہیں اور یہ عادت اب ان میں بھی آچکی ہے۔ ایک دوسرے سے بدیاں سیکھنے لگ گئے ہیں۔ امریکہ کا معاشرہ یورپ کو بدیاں سکھا رہا ہے، یورپ کا معاشرہ کچھ باتیں

امریکہ میں داخل کرتا ہوگا لیکن بالعموم تو امریکہ سے ہی گندگی آتی ہے اور ساری دنیا میں پھیلتی ہے اور بڑی خوشی سے انہیں قبول کر رہے ہیں۔ پھر ایک دوسرے سے بدیاں سیکھتے ہیں۔ جو اٹلی میں بدی ایجاد ہوگئی وہ یورپ کے باقی ممالک نے بھی ضرور اختیار کرنی ہے، جو انگلستان میں پیدا ہوئی اسے بڑے شوق سے پھر باقی ملک بھی نقل کرتے اور اختیار کرنے لگ جاتے ہیں۔ تو جو قوم پہلے ہی بیچاری اس حال کو پہنچ رہی ہو کہ ان میں بھی یہ رجحان پیدا ہو جائے کہ وہ بدیاں اختیار کرتے ہیں آسانی کے ساتھ اور شوق کے ساتھ۔ اوپر سے آپ ان کو اپنی بدیاں پہنچانے لگ جائیں تو یہ سارا زمانہ یقیناً بڑا گھاٹے کا زمانہ ہوگا۔ قرآن کریم نے اسی طرح اس زمانے کا ذکر فرمایا ہے، قرآن کریم نے یہی تو کہا ہے:

وَالْعَصْرِ ۙ﴿۲﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۙ﴿۳﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (العصر:۱-۴)

کہ میں زمانے کی قسم کھا کر کہتا ہوں اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ایسا زمانہ آئے گا کہ انسان بحیثیت مجموعی گھاٹے میں جا رہا ہوگا۔ یہ بات تو سمجھ میں آجاتی ہے مگر ذرا سوچیں کہ اس کے بعد قرآن کریم کیا فرماتا ہے اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مگر زمانے ہی کی قسم کچھ لوگ ایسے ضرور ہوں گے جو ایمان لانے والے ہوں گے اور نیک عمل کرنے والے ہوں گے۔

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ۬ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وہ نیک کاموں کی نصیحت کرتے چلے جائیں گے زمانے کو اور صبر کے ساتھ نیک کاموں کی نصیحت کرتے چلے جائیں گے، نیک اعمال کے ساتھ نیک کاموں کی نصیحت کرتے چلے جائیں گے۔

اگر آپ وہ نہیں ہیں تو پہلی پیشگوئی تو پوری ہوگئی اس دوسری پیشگوئی کو پورا کرنے والے اور کون لوگ ہوں گے؟ قرآن کریم کے اس بیان کی صداقت پر آپ گواہ ٹھہرائے گئے ہیں۔ آپ ہی ہیں جن کا ذکر ہے کہ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ہاں! چند ایک ایسے لوگ ہیں جو ایمان لے آئے ہیں اور اپنی ایمان کی صداقت میں اس کے ثبوت میں انہوں نے نیک اعمال شروع کر دیئے اور پھر نیک اعمال کو اپنے تک نہیں رکھتے، اس صداقت کو اپنے تک صرف نہیں رکھتے بلکہ بڑی سخاوت کے ساتھ تمام دنیا میں تقسیم کرنے لگ جاتے ہیں وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ۬ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ حق بات کی نصیحت کرتے ہیں اور کرتے چلے جاتے ہیں، صبر کی نصیحت کرتے ہیں اور کرتے چلے جاتے ہیں۔

پس آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سفیر بن کے یہاں آئے ہیں اور آپ حضرت محمد مصطفی ﷺ کے سفیر بن کے یہاں آئے ہیں، آپ احمدیت کے سفیر بن کے یہاں آئے ہیں اور آپ اسلام کے سفیر بن کے یہاں آئے ہیں۔ اس لئے اس سفارت کے حقوق کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں، اس سفارت کی ذمہ داریوں کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں۔ اپنے مقدر بنائیں ان سے خوبیاں سیکھ کر اور ان کے مقدر جگائیں ان کو خوبیاں عطا کر کے۔ ایک نئی قوم وجود میں آنے لگ جائے جو انہی لوگوں میں سے بنے لیکن ان سے بالکل مختلف اور امر واقعہ یہ ہے کہ میں ایسی قوم کو یہاں بنتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔

امر واقعہ یہ ہے کہ ان لوگوں میں جو سفید فام یوروپین ممالک میں احمدی ہوئے ہیں ان کے اندر خدا کے فضل سے ایسی ایسی پاک تبدیلیاں پیدا ہوئی ہیں کہ اگر وہ سونا تھے تو کندن بن چکے ہیں۔ حیرت انگیز جلا ان میں پیدا ہوئی ہے۔ مشرق کا اخلاص اور مشرق کا پیار ان کو کرنا آ گیا اور مغرب کی ساری خوبیوں کی بھی انہوں نے حفاظت کی اور پھر عام انسانوں سے بلند تر ہو کر وہ اللہ والے انسان بن گئے۔ آپ ان کو غور سے دیکھیں تو آپ حیران ہوں گے کہ آپ نے ان کو دین سکھایا لیکن اب یہ اس قابل ہیں کہ آپ کو دین سکھانے لگ جائیں۔ عظیم الشان اخلاص کے پیکر ہیں ان میں ایسے لوگ جو کامل وفا کے ساتھ اسلامی تعلیم کے تمام تقاضوں کو پورا کر رہے ہیں۔ اسی سرزمین میں جہاں شیطانیت کھلے بندوں جولانی دکھاتی ہے یہ فرشتوں کی طرح قدم رکھتے ہیں اور ان کی سب برائیوں سے اغماض کرتے ہوئے نیکی کا پیکر بن کر ان گلیوں میں چلتے ہیں۔ ایسے لوگ انگلستان میں بھی ہیں میں جانتا ہوں اور ڈنمارک میں بھی ہیں جن کو میں جانتا ہوں اور ناروے میں بھی ہیں جن کو میں جانتا ہوں، سویڈن میں بھی ہیں جن کو میں جانتا ہوں، جرمنی میں بھی ایسے لوگ ہیں خدا کے فضل ہیں ایک بڑی تعداد میں اور اس ملک میں جس کے آج آپ مہمان ہیں اس ملک میں بھی خدا تعالیٰ نے ایسے ہی فرشتہ سیرت انسان احمدیت کے اثر کے نتیجے میں پیدا فرما دیئے ہیں۔

آپ اگر اس تعلیم پر عمل کریں گے جو میں نے اسلام کی تعلیم آپ تک پہنچائی ہے تو آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ ایسے اور بہت سے لوگ پیدا کر سکیں۔ آپ اس قابل ہو جائیں کہ کثرت کے ساتھ اس معاشرے میں پھیل جائیں اور اکیلے اکیلے نہ رہیں بلکہ تیزی کے ساتھ بڑھنا شروع کریں اور اگر آپ ایسا کریں گے تو آپ اس دنیا میں بھی یقیناً کامیاب ہوں گے اور اس دنیا میں بھی

یقیناً کامیاب ہوں گے آپ کی دنیا بھی سنور جائے گی اور آپ کا دین بھی سنور جائے گا۔آپ کا فیض مدتوں تک آپ کی اولادوں میں وراثتاً منتقل ہوتا چلا جائے گا۔صدیوں تک آپ کی آنے والی نسلیں آپ کا فیض پائیں گی اور آپ کو دعائیں دیں گی۔کتنا عظیم الشان موقع ہے جو آج آپ کو میسّر آیا ہے اس موقع سے فائدہ اُٹھائیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جو احمدی اور ایک ایسی تعداد ہے جو دن بدن بڑھتی چلی جارہی ہے ان باتوں پر عمل کرتے ہیں اور نیک نصیحت کے ذریعے اچھی باتیں دوسروں میں داخل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور تبلیغ کے لئے ہر ممکن طور پر جدوجہد کررہے ہیں۔ایسے احمدی جب اپنی کوششوں کا آغاز دعا سے کرتے ہیں اور ان کوششوں کے نیک انجام کے لئے بھی دعاؤں ہی کا سہارا لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کو ہر روز یا کچھ کچھ عرصے کے بعد بہت ہی میٹھے پھل نصیب ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ ہر روز کے پھل ان کی اندرونی تبدیلیوں کے ذریعے خدا سے ان کا پیار بڑھنے کے نتیجے میں اور کئی قسم کے لطف ہیں جو ہر روز ان کو نصیب ہوتے رہتے ہیں اور وہ خوب مطمئن ہوتے ہیں۔ پھر خدا کے فضل اور فضلوں کے نازل ہونے کے خاص پیار کے انداز ان کو نصیب ہوتے رہتے ہیں اور بہت سے ان میں سے ایسے ہیں جو ان تجارب کو لکھ کر مجھے بھی اپنی خوشیوں میں شریک کرتے ہیں اور بڑا ہی لطف آتا ہے کہ کس طرح خدا تعالیٰ ایک ایک اس احمدی پر نگاہ رکھ رہا ہے جو اخلاص کے ساتھ اس کی راہوں میں آگے قدم بڑھانا چاہتا ہے۔کس طرح بڑے پیار کے ساتھ اس کے ایمان کو بڑھا رہا ہے، بداثرات سے اس کی حفاظت فرما رہا ہے اور خود اس پر ظاہر ہوتا ہے۔وہ کسی واسطے سے ملنے والا خدا نہیں رہتا بلکہ براہ راست اس کے دل پہ نازل ہونے والا خدا بن جاتا ہے۔

تو ہر روز مشاہدہ کرنے والے بھی ایسے ہیں اور ہفتے ہفتے میں بھی مشاہدہ کرنے والے ہیں مہینوں میں بھی مشاہدہ کرنے والے ہیں اور دن بدن جہاں تک میرا تاثر ہے اور میں بڑی گہری نظر سے ان حالات کا جائزہ لے رہا ہوں خدا تعالیٰ کے فضل سے ان کی تعداد بڑھ رہی ہے لیکن یہ سارے وہ لوگ ہیں جو دعاؤں پر ایمان رکھتے ہیں، یہ سارے وہ لوگ ہیں جو محض اپنے اعمال پر انحصار نہیں کرتے ان کے ہر پروگرام کا آغاز دعا سے ہوتا ہے پروگرام کے دوران بھی یہ دعائیں کرتے رہتے ہیں اور رب سے مدد مانگتے رہتے ہیں اور انجام کے متعلق بھی یہ نہیں سمجھتے کہ ان کی کوششوں کو

پھل لگا ہے بلکہ ہر پھل کو اپنے رب کی طرف سے ایک تحفہ سمجھتے ہیں، ایک عنایت سمجھتے ہیں اور ہے بھی یہی بات ورنہ ہم کیا اور ہماری کوششیں کیا؟ جس عظیم قوموں سے ہم ٹکرائے ہیں اسلام کے نمائندہ بن کر وہ تو پہاڑوں کی طرح بلند تر ہیں۔ حیرت انگیز طاقتیں انہوں نے حاصل کر لی ہیں: ذہانت میں، علم کی گہرائی کے لحاظ سے، محنت کے لحاظ سے، ان عادات کے لحاظ سے جو قوموں کو زندہ رکھنے کے لئے ضروری ہوتی ہیں یہ بہت زیادہ ہم سے آگے بڑھ چکے ہیں۔ اس لئے ان سب مشکلات کا ایک ہی اور صرف ایک ہی حل ہے کہ ہم اس سے رابطہ کر لیں جو سب سے بلند تر ہے جس سے ہم ہر روز، مدتوں، بار بار یہ کہتے ہیں کہ اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے۔

پس ان کی بڑائی کا ایک ہی علاج ہے کہ اپنی ذات کو اپنے رب کی عظمت عطا کریں اور یہ عظمت تبھی عطا ہو سکتی ہے جب آپ اپنے رب سے تعلق جوڑیں گے، جب ہر روز اس سے عظمتیں مانگیں گے، ہر روز اس کی تکبیر دل کی گہرائیوں سے بلند کریں گے تا کہ یہ آسمان کے کنگروں تک پہنچے اور آسمان کی رفعتیں اس کے نتیجے میں حاصل کریں گے۔

پس دعا ہی ہے جس کے ذریعے سارے کام بننے ہیں۔ آپ عادت ڈالیں، عادت ڈال کے دیکھیں تو سہی! آپ میں سے وہ لوگ جو سو قسم کی کمزوریوں میں مبتلا ہیں کوشش کرنے کے باوجود ارادوں کے باوجود بھی نجات نہیں پا سکتے، وہ دعائیں کریں۔ دعاؤں سے دو قسم کے فائدہ ان کو حاصل ہوں گے ایک تو یہ کہ رفتہ رفتہ وہ کمزوریاں رفع ہونا شروع ہو جائیں گی اور دوسرے یہ کہ ان کمزوریوں کے دوران بھی خدا کے غضب کی نظر نہیں پڑے گی بلکہ رحم کی نظر پڑے گی۔ کیونکہ بسا اوقات کمزوریاں دور کرنے کا عرصہ ایک لمبا وقت چاہتا ہے، کمزوریاں دور کرنے کا جو جہاد ہے وہ ایک لمبا وقت چاہتا ہے اس لئے ایک لمحے کے اندر تو ہر ایک انسان کی ہر کمزوری دور نہیں ہو سکتی۔ پس دعا کے نتیجے میں یہ فیض حاصل ہوتا ہے کہ وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ (آل عمران: ۱۹۴) کا مضمون پیدا ہو جاتا ہے اور دعائیں کرنے والے کو خدا وفات نہیں دیتا جب تک اسے نیکوں میں نہ شمار کر لے۔

پس ہر روز کا جو خطرہ اپنی بدیوں کی طرف سے لاحق ہوتا ہے، ہر روز جو ہلاکت کی موت کا خطرہ انسان کو درپیش ہوتا ہے دعا کے نتیجے میں اس خطرے سے نجات مل جاتی ہے۔ اس لئے بہت ہی

برکتیں ہیں دعاؤں میں۔ دعاؤں کی طرف توجہ کریں لیکن جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے دعا میں خلوص کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں۔ زبان کی دعا یا صرف مصیبت میں گھرے ہوئے انسان کی دعا ایک وقتی اثر دکھاتی ہے لیکن وہ دعا جو مستقل تعلق باللہ کے نتیجے میں عطا ہوتی ہے، جو مستقل تعلق باللہ کا مظہر بن جایا کرتی ہے، ہر بات میں عادت پڑ جاتی ہے بلانے کی، وہ دعا سیکھیں، اس دعا کی عادت ڈالیں پھر دیکھیں کہ آپ کی زندگی میں کتنی حیرت انگیز تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں۔

کئی لوگ مجھے اپنے عزیزوں کی وفات کے بعد یہ لکھتے ہیں، آج بھی ایک اسی قسم کا خط ملا کہ میری بیوی بہت ہی پیاری تھی فوت ہوگئی اس کی عادت پڑ گئی تھی۔ بات بات پر اس کی طرف جھکنا بات بات پر اس کو آواز دینا اور اب اس کی جدائی سے اس وجہ سے بہت ہی تکلیف محسوس ہوتی ہے بہت ہی خلا محسوس ہوتا ہے۔ لیکن آپ کو میں جس وجود کی عادت ڈالنے کے لئے کہہ رہا ہوں وہ تو دائمی وجود ہے اس کا کبھی آپ کو خلاء محسوس نہیں ہوگا۔ ایسی عادت ڈالیں کہ جس عادت کا ہر حال میں ہمیشہ پورا ہوتے رہنا ممکن ہے۔ کبھی ممکن ہی نہیں کہ یہ عادت آپ سے بے وفائی کرے یا وہ وجود آپ سے بے وفائی کرے اور یقین جانیں کہ دعا آپ کے اعمال کے اندر پاک تبدیلی پیدا کرنے کے لئے حیرت انگیز اثر دکھائے گی اور دعا کے نتیجے میں آپ کے سارے مشکل کام آسان ہو جائیں گے لیکن جب دعا کریں تو بلند حوصلہ رکھ کے دعا کریں، بلند ارادوں کے ساتھ دعا کریں محض Asylum کے لئے دعا کرنا یا محض چھوٹی موٹی مشکلات کے لئے یا بیوی بچوں کی بیماری کے لئے دعا کرنا یہ تو بڑے وجود سے بہت ہی ادنیٰ ادنیٰ باتیں مانگ کر انہیں پر راضی ہو رہنے والی بات ہے۔ جس سے مانگ رہے ہیں اس کو ملحوظ رکھ کے حوصلے کی دعا کیا کریں۔ عظیم دعائیں مانگا کریں، تمام دنیا کی اصلاح کی دعائیں کریں، یہ دعا کریں کہ آپ کو خدا کی توفیق ملے اس تمام علاقے کو اسلام کے لئے فتح کرنے والے ہوں، بہت بڑے بڑے بول ہیں لیکن جس ذات سے دعا کر رہے ہیں وہ ذات بھی تو بہت بڑی ہے، اس کے متعلق آپ کا منہ یہ کہتے تھکتا نہیں کہ وہ بہت بڑی، سب سے بڑی ہے، سب سے بڑی ذات ہے، سب سے بڑی ذات ہے۔

پس اس شخص کی شان کو ملحوظ رکھ کر مانگا جاتا ہے جس کے حضور آپ حاضر ہوں۔ بادشاہوں کے حضور جب کوئی انسان حاضر ہوتا ہے تو ایک روٹی کا سوال تو نہیں کیا کرتا وہ تو ان کی حیثیت دیکھ کر،

ان کی سابقہ روایات کو ملحوظ رکھ کر، ان کے خاندانی مزاج کو اور ان شاندار کہانیوں کو ملحوظ رکھ کر جو ان کے خاندانوں سے منسوب ہو چکی ہوتی ہیں، انسان مانگتا ہے۔

ایک شخص کے متعلق آتا ہے کہ بادشاہ اس سے خوش ہوا۔ اس نے اسے انعام دیا کہ میں تمہیں یہ اتنی دولت انعام کے طور پر دیتا ہوں۔ اس نے کہا بادشاہ سلامت اس دولت کو کسی دوسرے گھر تک پہنچانے کے لئے بھی تو کوئی چیز چاہئے؟ اس نے کہا ہاں! اونٹ دے دیتے ہیں۔ اس نے کہا اونٹ کو چلانے والا بھی تو چاہئے؟ میں غریب مجھے کیا پتہ اونٹ کیا ہوتا ہے اور کیسے چلایا جاتا ہے۔ انہوں نے کہا ہاں چلانے والا نوکر بھی دے دیتے ہیں۔ اس نے کہا ایک اونٹ کا پیٹ تو میں پال نہیں سکتا یہ نوکر کا پیٹ کہاں سے ساتھ پالوں گا اس کے لئے بھی گزارے کا انتظام ہونا چاہئے۔ انہوں نے ایک جاگیر بھی ساتھ کر دی۔ ایک عام انسان ایک معمولی سے بادشاہ کے حضور جب حاضر ہوتا ہے تو اپنی دعا کا حوصلہ بڑھا لیتا ہے، اپنی طلب کو وسعت عطا کر دیتا ہے۔ آپ خدا سے دعا مانگیں اور چھوٹی چھوٹی دعاؤں پر راضی ہو کے رہ جائیں بڑا ہی نقصان کا سودا ہے۔ لیکن چھوٹی دعائیں بھی اسی سے مانگیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ چھوٹی باتوں میں اپنے اوپر بھروسہ کر لیں اور بڑی باتوں میں اس کی طرف متوجہ ہوا کریں۔ خدا اکبر ہی نہیں ہے وہ عظیم بھی ہے اور عظیم کا یہ مطلب ہے کہ ہر طرف اس کا وجود حاوی ہے ادنیٰ سے ادنیٰ چیزوں تک بھی اس کی پہنچ ہے اور اعلیٰ سے اعلیٰ چیزوں تک بھی اس کی پہنچ ہے۔

اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں یہی گر سکھایا ہے کہ بوٹ کا تسمہ بھی اس سے مانگو یہی آنحضرت ﷺ کی تعلیم ہے اور اس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہت ہی زور دیا کہ چھوٹی سے چھوٹی چیز کی طرف بھی خدا کی طرف متوجہ ہو مگر صرف چھوٹی چیزوں کے لئے نہیں بلکہ بہت بڑی بڑی چیزیں بھی اس سے مانگو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی لئے اپنی اولاد کے لئے دعا کرتے ہوئے باوجود اس علم کے کہ نبوت ایک ایسا انعام نہیں ہے جو زمانے کی ضروریات سے قطع نظر بار بار ہر شخص کو ملتا چلا جائے، آپ نے اپنی اولاد کے لئے دعا کرتے ہوئے عرض کی کہ وہ سب دے ان کو جو مجھ کو دیا ہے۔ اے خدا! جو کچھ مجھے دیا ہے میں کہتا ہوں سب کچھ اس کو دے۔ اس لئے کہ آپ جانتے تھے کہ قادر و توانا سے میں دعا مانگ رہا ہوں اس کا کام ہے

یہ فیصلہ کرنا کہ کتنی منظور کرنی ہے اور کتنی نہیں منظور کرنی۔ میرا کام نہیں ہے کہ خدا کی عطا کے اوپر پابندیاں خود ہی عائد کردوں اور خود ہی اس سے کم مانگنے لگ جاؤں۔

**پس مانگنے میں حوصلہ بڑھائیں لیکن محض بلند حوصلہ نہ رکھیں۔ ادنیٰ سے ادنیٰ چیزوں میں بھی اس کی طرف جھکیں۔ پس دعا میں انکساری کو بھی ملحوظ رکھیں۔ جب آپ ادنیٰ چیز مانگتے ہیں تو خدا کی نسبت سے نہیں اپنی نسبت سے مانگتے ہیں جب اعلیٰ چیز مانگتے ہیں تو خدا کی نسبت سے مانگتے ہیں یہ راز ہے جس کو آپ سمجھ لیں تو آپ کی دعا مکمل ہو جائے گی۔** ایک چھوٹا سا ذرہ اٹھانے کی آپ سمجھتے ہیں آپ کو توفیق ہے آپ جتنی دفعہ چاہیں جس طرح چاہیں اس ذرے کو اُٹھا لیں اس میں بھی ایک انانیت ہے۔ ایک عارف باللہ جانتا ہے کہ خدا کی دی ہوئی توفیق ہی ہے اگر خدا کی توفیق نہ ہو تو ایک معمولی سا ذرہ بھی میں نہیں اُٹھا سکتا۔

پس جب آپ ایک ذرے کو اُٹھانے کے لئے دعا مانگتے ہیں تو خدا کی نسبت سے نہیں اپنی نسبت سے، بہت ہی ادنیٰ چیز سے اس کا آغاز کرتے ہیں اور جب ایسی باتیں مانگتے ہیں جو آپ سمجھتے ہیں کہ آپ کہاں اور وہ باتیں کہاں، آپ کہاں اور وہ عظمتیں کہاں تو اپنے لحاظ سے نہیں بلکہ اللہ کی عظمتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس سے یہ مانگتے ہیں، اللہ کے کبر کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس سے مانگتے ہیں۔

پس دعا کے دو کنارے ہیں۔ ایک وہ جو نفس کے عرفان سے شروع ہوتا ہے اور وہ انتہائی انکساری کا مقام رکھتا ہے اس کے لئے چھوٹے سے چھوٹا کا کوئی تصور بھی نہیں ہر چیز چھوٹی سی چھوٹی بھی اس دعا کے دائرے میں داخل ہو جاتی ہے اور ایک وہ ہے جو عظمتوں میں بے انتہا ہے اور لا فانی ہے اور وہ خدا کی ذات کو ملحوظ رکھ کر دعا کا گُر انسان سیکھتا ہے اس لئے ان دونوں کناروں کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے آپ دعائیں کرنے کی عادت ڈالیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی ساری زندگی کی ہر کیفیت پر حاوی ہو جائے گا اور آپ پر اتنے انعام نازل فرمائے گا، ایسی برکتیں عطا کرے گا کہ آپ کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے والے بھی برکتیں پا جائیں گے آپ کی نگاہیں بھی ان پر پڑیں گی وہ بھی متبرک ہو جائیں گے۔ آپ کا ذکر، آپ کی یاد اور پیار کرنے والے بھی متبرک ہوتے چلے جائیں گے۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور خدا کی شان۔ خدا کرے کہ ہمیں یہ توفیق نصیب ہو اس کے بغیر ہم ان قوموں کی زندگی بدل نہیں سکتے، اس کے بغیر ہم یورپ کی تقدیر میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کر سکتے۔ آمین۔